محاکمہ: اقبال کا پہلا خطبہ _ علم اور مذہبی تجربہ

محمود علی انجم☆

"Knowledge and Religious Experience" an address by Iqbal

Mahmood Ali Anjum

Abstract:

"Prof. Dr. Asif Awan's explanatory book "Iqbal ka Paihla Khutba, Ilm aur Mazhabi Tajrba: Tahqeeqi o Tozeehi Mutalia" helps a lot to understand what Allama Muhammad Iqbal has tried to express. He left no stone unturned to make this lecture easier to understand for readers of all levels. The quite interesting and easy language, explanatory notes and references made this book more comprehensive and authentic. No other book of such level has been written to date to understand this lecture."

Key Words:

Dr. Allama Muhammad Iqbal, Knowledge, Religious Experience, Prof. Dr. Mohammad Asif Awan

کلیدی الفاظ:

علامہ اقبال، علم، مذہبی تجربہ، خطبہ، ڈاکٹر محمد آصف اعوان

قومی اور بین الاقوامی سطح پر خطباتِ اقبال کی تفہیم و تسہیل کے سلسلہ میں ہونے والے اب تک کے تمام کاموں کا جائزہ لیا جائے تو پروفیسر ڈاکٹر محمد آصف اعوان کا تحقیقی و تنقیدی کام مقدار میں سب سے زیادہ اور معیار کے لحاظ سے سب سے زیادہ وقیع ہے۔ اس ضمن میں ان کی درج ذیل تحقیقی و توضیحی خدمات بہت قدر و قیمت اور اہمیت کی حامل اور لائق تحسین ہیں:

''اقبال کا تصورِ ارتقا۔۔۔ تحقیقی مطالعہ (صدارتی ایوارڈ یافتہ)''

''قبال کا پہلا خطبہ: علم اور مذہبی تجربہ۔۔۔ تحقیقی و توضیحی مطالعہ''

☆ پرنسپل چشتیہ کالج، فیصل آباد، پی ایچ ڈی، اقبالیات ریسرچ سکالر، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

"اقبال کا دوسرا خطبہ: مذہبی تجربے کے انکشافات کی فلسفیانہ پرکھ۔۔۔ تحقیقی و توضیحی مطالعہ"

"اقبال کا تیسرا خطبہ: تصورِ خدا اور دعا کا مفہوم۔۔۔ تحقیقی و توضیحی مطالعہ"

"معارفِ خطباتِ اقبال۔۔۔ اجمالی تحقیقی و توضیحی مطالعہ"

"اقبال کے انگریزی خطبات کا اردو ترجمہ (زیرِ طبع)"

پروفیسر ڈاکٹر محمد آصف اعوان کی کتاب "اقبال کا پہلا خطبہ: علم اور مذہبی تجربہ۔۔۔ تحقیقی و توضیحی مطالعہ" ۲۲۲ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کے صفحہ ۱ تا ۱۹۸ پر اقبال کے پہلے خطبے "علم اور مذہبی تجربہ" کا تحقیقی و توضیحی مطالعہ پیش کیا گیا ہے۔ اس میں قرآن حکیم، صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ابی داوٗد کے علاوہ کم و بیش انچاس اردو کتب، چار عدد مجلات اور بتیس عدد انگریزی کتبِ فلسفہ و نفسیات سے پانچ سو آٹھ حواشی و حوالہ جات دیے گئے ہیں۔ کتاب کے آخری صفحات (صفحہ ۲۰۵ تا ۲۲۲) پر علامہ اقبال کے اس خطبے کا انگریزی متن دیا گیا ہے۔ جلد بندی اور طباعت کا معیار بھی عمدہ ہے۔ اس کا ٹائٹل آیتِ مقدسہ سے مزیّن، سادہ اور خوبصورت ہے۔

زیرِ جائزہ کتاب علامہ اقبال کے پہلے انگریزی خطبے کی تفہیم کے سلسلہ میں منفرد نوعیت کی کوشش ہے۔ فاضل محقق نے ہر ممکن طریقے سے مستند حوالہ جات و مآخذ کی مدد سے خطبہ کے متن کا مفہوم واضح کرنے کی کوشش کی ہے جس میں وہ کامیاب نظر آتے ہیں۔ انہوں نے خطبے میں مذکورہ افکار و تصورات، اصطلاحات اور مشکل مقامات کی تسہیل و توضیح کے لیے زیرِ مطالعہ متن کے مفہوم کی مناسبت سے مغربی و مشرقی حکما، فلاسفہ اور مدبرین کے اقوال اور علامہ اقبال اور دیگر اردو و فارسی شعرا کے اشعار دیے ہیں اور خطبہ کی تفہیم میں حائل رکاوٹیں دور کرنے کی بھرپور کوشش کی ہے۔ انہوں نے سادہ، دلچسپ، مدلل اور عام فہم انداز میں فلسفہ، سائنس اور مذہب کے حوالے سے اس خطبے میں منقول دقیق مسائل کی وضاحت کی ہے اور ساتھ ہی تحقیقی، تنقیدی، توضیحی حواشی اور حوالہ جات دے کر اس مطالعہ کو مستند بنا دیا ہے۔

پروفیسر ڈاکٹر محمد آصف اعوان نے اس کتاب میں علامہ محمد اقبال کے زیرِ مطالعہ خطبے کا کس قدر دقتِ نظر سے تحقیقی و توضیحی مطالعہ پیش کیا ہے، اس ضمن میں ذرا یہ مثال دیکھیے۔ پہلے خطبے کی کلیدی اصطلاحات 'علم' اور 'مذہبی تجربہ' کی خاطر خواہ وضاحت دینے کے بعد وہ مذہب کی ترقی یافتہ صورتوں اور ان کی قدر و قیمت اور اہمیت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"مذہب کی ترقی یافتہ صورتیں دراصل علم اور تجربہ کے بڑھنے سے ہویدا ہوتی ہیں۔ جس قدر انسانی علم و تجربہ میں اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے اُسی قدر انسان پر مذہب کے باطنی حقائق منکشف ہوتے چلے جاتے ہیں اور یوں مذہب فکرِ انسانی پر "زیادہ ترقی یافتہ صورت" (More Advanced form) میں نمودار ہوتا ہے۔ علم و تجربے میں اضافے کی بدولت فکرِ انسانی میں بتدریج ترقی اور بہتر مقام و مرتبہ حاصل کرنے کے باعث مذہب کا حیاتِ انسانی سے ربط و تعلق بڑھتا ہے۔ مافوق الفطرت حقائق عقل و شعور کے دائرے میں داخل ہونا شروع ہو جاتے ہیں اور یوں فکرِ انسانی کے مختلف سوالات و اشکالات کے حوالے سے مذہب کے فراہم کردہ جوابات پہلے سے زیادہ اعتقاد، اطمینان اور تسلی و تشفی کا باعث بن جاتے ہیں۔ اس طرح ہر دور میں علم و تجربہ کے بڑھنے کے ساتھ ساتھ مذہب کی ترقی یافتہ صورتیں نمودار ہوتی چلی جاتی ہیں۔"(۱)

اس کے بعد وہ خطبے کے اگلے جملے کا مفہوم پیشِ نظر رکھتے ہوئے، فرد اور معاشرے پر مذہب کے اثرات کا ذکر کرتے ہیں۔ وہ مزید وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ جب انسان مذہب کا دامن پکڑ لیتا ہے تو اس کی صلاحیتوں میں اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے۔ اس طرح مذہب انسان کے اندر وہ قوت پیدا کر دیتا ہے جس کی بدولت انسان کے لیے مجرد حقیقتوں کی پہچان اور ان کا مشاہدہ ناممکن نہیں رہتا۔

فاضل محقق نے متن کا مفہوم واضح کرنے کے لیے زیرِ بحث موضوع کی مناسبت سے بو علیقلندر، علامہ اقبال اور غلام بھیک نیرنگ کے کلام سے اردو و فارسی اشعار دیے ہیں۔ فارسی اشعار کا اردو ترجمہ دیا ہے اور اس کے علاوہ مذہبی تجربے کے حوالے سے مغربی مفکر ویسلے (Wesley) کی تحریر سے ایک اقتباس بھی دیا ہے۔ فاضل محقق، پروفیسر ڈاکٹر محمد آصف اعوان لکھتے ہیں:

"یوں مذہب انسان کے اندر وہ قوت پیدا کر دیتا ہے جس کی بدولت انسان کے لیے مجرد حقیقتوں کی پہچان اور اُن کا مشاہدہ ناممکن نہیں رہتا۔"

اسی لیے اقبال کہتے ہیں:

"دیکھنے والے یہاں بھی دیکھ لیتے ہیں تجھے پھر یہ وعدہ حشر کا صبر آزما کیونکر ہوا"

ویسلے (Wesley) مذہبی تجربے کے حوالے سے لکھتا ہے:

"It is the vision of the soul; that power by which spiritual things are apprehended just as material things are apprehended by the physical senses."

اقبال مذہب کے حوالے سے اپنے خطبے میں لکھتے ہیں:

"In its attitude towards the Ultimate Reality, it is opposed to the limitations of man; it enlarges his claims and holds out the prospect of nothing less than a direct vision of Reality."

مذہب کی نظر میں اصل حقیقت وہی ہے جو مادیت سے ماورا ہے۔ بقول غلام بھیک نیرنگ:

حسنِ ازل نہاں ہے زیرِ نقابِ ہستی

مذہب کا مطمعِ نظر یہی ہے کہ انسان مادیت سے ماورا حقیقت تک رسائی حاصل کرے لیکن مادیت سے ماورا حقیقت تک رسائی کی راہ میں مادیت ہی سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔ یہ بالکل ایسے ہی ہے کہ کسی کی نگاہ مصور کی بجائے تصویر پر ہی ٹک جائے اور اس طرح وہ اصل حقیقت سے کبھی آشنا نہ ہو سکے، جب تک انسان کی نظر مادیت سے ماورا اُس مادیت آفریں حقیقت تک نہیں پہنچتی جو ہر شے کی خالق ہے، مذہب کا مقصد پورا نہیں ہوتا۔ بوعلی قلندر لکھتے ہیں:

پاک کن آئینۂ دل از غبار
تابیابد عکس از روی نگار

(دل کے آئینہ کو غبار سے صاف کر تاکہ اُس محبوب کے رُخ کا عکس نظر آوے۔)

گویا مذہب صرف اسی صورت میں حقیقتِ مطلق کے براہِ راست دیدار کی اُمید دلاتا ہے کہ جب انسان مکمل طور پر اپنی نظر کو مادی تحدیدِ محض سے ہٹا کر اُس مجرد حقیقت پر ٹکا دیتا ہے کہ جس کے حسن کی ضیاپاشیوں کے نہ صرف انسان بلکہ مہر و مہ و انجم تمام ادنیٰ شاہکار ہیں۔

بر مقامِ خود رسیدن زندگی است — ذات را بے پردہ دیدن زندگی است
مردِ مومن در نسازد باصفات — مصطفیٰ راضی نشد الا بذات

اپنے مقام کو پہنچنا (ہی) زندگی ہے۔ (اپنی) ذات کو بے پردہ دیکھنا (ہی) زندگی ہے۔ مردِ مومن صفات ہی سے خود کو سنوار سکتا ہے، مصطفیٰ (صفات سے آراستہ) ذات (ہی) کو پسند کرتے ہیں۔ (۲)

پروفیسر ڈاکٹر محمد آصف اعوان نے کتاب میں کئی مقامات پر متن کے تحقیقی و توضیحی مطالعہ کے بعد حاصل مطالعہ دے کر متن کی تفہیم و تسہیل میں خاطر خواہ مدد دی ہے۔ مثلاً کتاب کے آغاز میں، انگریزی خطبے میں منقول مذہب کا تصور واضح کرنے کے بعد وہ بطور حاصل مطالعہ لکھتے ہیں:

> ''درج بالا تصریحات سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ مذہب ایمان بالغیب کا نام ہے یعنی مذہب ایسی حقیقتوں پر ایمان لانے اور یقین کرنے کی تعلیم دیتا ہے جو بظاہر نظر نہیں آتیں تاہم ان حقیقتوں کو مذہبی آدمی کی زندگی میں ایسی سند کی حیثیت حاصل ہوتی ہے کہ جن پر وہ اپنی ساری زندگی اور اس میں پیش آنے والے معاملات کی بنیاد رکھتا ہے۔ اس طرح یہ بات واضح ہوتی ہے کہ مذہب انسان کو ظن و تخمین یا بے یقینی کی حالت میں نہیں چھوڑتا بلکہ اپنے پیروکاروں کو ایک واضح نصب العین عطا کرتا ہے۔ اگرچہ مذہبی حقائق مادی حقائق سے مختلف ہوتے ہیں تاہم مذہبی حقائق پر یقین و ایمان مذہبی آدمی کے کردار و عمل میں وارفتگی، استقلال اور جذبے کی شدت پیدا کر دیتا ہے کہ جس کے باعث مذہبی آدمی کے لیے مذہبی حقائق بھی بالآخر مادی حقائق کی طرح ظاہری صورت اختیار کر لیتے ہیں۔''(۳)

فاضل محقق انگریزی خطبے کے پہلے چھ صفحات کے متن کا تحقیقی و توضیحی جائزہ پیش کرنے کے بعد بطور حاصل مطالعہ لکھتے ہیں:

> ''گزشتہ ساری گفتگو میں جو مباحث اقبال کے زیرِ غور آئے ہیں ان کا خلاصہ حسبِ ذیل ہے:
>
> ۱۔ خدا، انسان اور کائنات اور ان کا ربطِ باہمی شاعری، فلسفہ، مذہب، تینوں کا مشترکہ موضوع ہے۔
>
> ۲۔ مذہب انسان کی ظاہری و باطنی زندگی پر گہرے اثرات مرتب کرتا ہے۔ لہٰذا انسانی زندگی پر اثر انداز ہونے والے اس قدر اہم عامل کی عقلی پرکھ بے حد ضروری ہے۔

۳۔ اگرچہ فلسفہ آزادانہ اور ناقدانہ پرکھ پرچول کا نام ہے تاہم مذہب کو فلسفہ پر فوقیت حاصل ہے۔

۴۔ قرآن انسان کو کائنات کے بغور مشاہدہ کی دعوت دیتا ہے۔

۵۔ چونکہ غزالی عقل اور وجدان کے باہمی ربط کو سمجھنے میں ناکام رہے اس لیے انہوں نے عقل کو کلیتاً مسترد کر دیا۔

۶۔ مسلمانوں نے ایک طویل عرصہ علمی میدان میں اقوامِ عالم کی رہنمائی کی۔

۷۔ مسلمانوں میں علمی زوال کے بعد یورپی اقوام نے علمی سفر کو جاری رکھتے ہوئے اِس میدان میں بے انتہا ترقی کی۔

۸۔ نئے علمی انکشافات سے انسانی فکر و نظر میں ایسی تبدیلی آئی، جس نے فلسفہ اور مذہب دونوں کو متاثر کیا۔

۹۔ نئے علمی ماحول میں مذہب کو جدید علمی اسلوب میں پیش کرنا وقت کی سب سے اہم ضرورت ہے اور خطبات اِسی ضرورت کو پیشِ نظر رکھ کر لکھے گئے ہیں۔

۱۰۔ چنانچہ اقبال کہتے ہیں کہ انہوں نے اپنے پہلے خطبے میں علم اور مذہبی تجربے کی نوعیت کو اپنا موضوعِ بحث بنایا ہے تاکہ آئندہ مباحث کے لیے بنیاد فراہم ہو سکے۔"(۴)

درج بالا مثالوں سے ڈاکٹر محمد آصف اعوان کے اسلوبِ بیان اور طرزِ تعلیم و تدریس کو اچھی طرح سمجھا جا سکتا ہے۔ وہ اقبال کی انگریزی عبارت تحریر کرنے کے بعد، اس کا مفہوم بیان کرتے ہیں۔ اس کے بعد مدلل انداز سے اس کی وضاحت کرتے ہیں۔ انگریزی عبارت کے سیاق و سباق کو مدنظر رکھتے ہوئے وہ بات آگے بڑھاتے ہیں اور ساتھ ہی مابعد کی عبارت کا مفہوم بیان کرنے اور اس کی وضاحت کرنے کے بعد وہ اصل عبارت تحریر کر دیتے ہیں۔ اس طرح انہوں نے تسلسل برقرار رکھتے ہوئے سادہ، سہل، عام فہم اور دلچسپ انداز سے تمام انگریزی خطبے کا مفہوم واضح کیا ہے۔ انہوں نے موضوع اور موقع محل کے لحاظ سے قرآنی آیات، احادیث مبارکہ، مغربی و مشرقی حکما کے اقوال، اقبال، رومی اور دیگر شعراء کے اشعار، حوالہ جات و تراجم کے ساتھ دیے ہیں۔ اس طرح انہوں نے خطبے میں

دی گئی اصطلاحات کے اردو متبادل دینے کے علاوہ ان کی اچھی طرح سے وضاحت بھی کی ہے۔ اور مزید مطالعہ و تحقیق کے لیے دیگر ماٰخذ کی نشاندہی بھی کی ہے۔

انگریزی خطبہ کے صفحات ۱۳ تا ۱۴ پر علامہ اقبال لکھتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے پہلی مرتبہ نفسی کیفیات کا تنقیدی جائزہ لینے کی بناڈالی۔ مدینہ منورہ میں ابنِ صیاد نامی ایک از خود رفتہ یہودی نوجوان تھا۔ اس پر اکثر عجیب و غریب کیفیات طاری ہو جاتی تھیں اور وہ بے خودی میں بڑبڑاتا رہتا۔ نبی کریم ﷺ اس سے ملنے کے لیے تشریف لے گئے۔ آپ ﷺ نے اس سے سوال وجواب کیے۔ اس کی روحانی کیفیت کا امتحان بھی لیا۔ اصحابِ رسول ﷺ اور مابعد محدثین نے اگرچہ اس واقعے کو محفوظ کرنے میں کمال احتیاط سے کام لیا تاہم اس واقعہ کی اصل اہمیت کی طرف ان کی توجہ نہ ہوئی۔ ابنِ خلدون (مئی ۱۳۳۲ء۔ مارچ ۱۴۰۶ء) وہ پہلا مسلمان مفکر ہے جس نے ابنِ صیاد کی نفسی کیفیات کا مشاہدہ کرنے کے سلسلے میں نبی کریم ﷺ کے طرزِ عمل کے معنی و مفہوم کی صحیح قدر دانی کی اور آپ ﷺ کے طرزِ عمل کو ہی اختیار کرتے ہوئے متصوفانہ شعور (Mystic Consciousness) پر مشتمل مواد کا زیادہ گہرائی اور تنقیدی روح کے ساتھ جائزہ لیا یہاں تک کے وہ دورِ جدید کے تحت الشعوری ذات (Subliminal Self) کے مفروضے کے بہت قریب پہنچ گیا۔ (۵)

پروفیسر ڈاکٹر محمد آصف اعوان نے متن کی وضاحت کے لیے ابنِ صیاد کی شخصیت کا تعارف کرایا ہے۔ اس سے متعلقہ احادیث مبارکہ کے حوالہ جات اور اردو میں ان کا متن دیا ہے۔ ابنِ صیاد کے بارے میں دیگر محققین کی آرا پیش کی ہیں۔ اس کے علاوہ انہوں نے ابنِ خلدون اور پروفیسر میکڈونلڈ کے حوالے سے ضروری آرا پیش کی ہیں۔ انہوں نے پروفیسر میکڈونلڈ کی تصانیف سے نفسِ مضمون کی مناسبت سے اقتباسات بھی دیے ہیں اور اصطلاح ''تحت الشعوری ذات'' کا مفہوم بھی پیش کیا ہے۔ (۶)

''تحت الشعوری ذات'' کا مفہوم واضح کرتے ہوئے (حوالہ ۳۶۶ کے تحت) وہ لکھتے ہیں:

> ''تحت الشعوری ذات (Subliminal Self) سے مراد وہ ذات ہے جس کا عموماً اظہار وانکشاف نہیں ہوتا بلکہ یہ ذات شعور کی ظاہری سطح کے نیچے دبی رہتی ہے تاہم بعض اوقات باطنی تحریکات کی شدت اور سرگرمی کے باعث یہ ذات شعوری سطح پر غالب آجاتی ہے اور ایسی حرکات و سکنات کا باعث بنتی ہے جو عمومی شعوری سطح سے نہ صرف مختلف بلکہ حیران کن ہوتی ہیں۔ یہ بالکل ایسے ہی ہے کہ جیسے سطح سمندر عموماً پُر سکون

ہوتی ہے تاہم بعض اوقات اس سطح کے نیچے موجوں کی ہلچل سطح سمندر کے سکون کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لیتی ہے۔ محمد سعید شیخ صاحب اقبال کے پہلے لیکچر کے حواشی میں تحت الشعوری ذات (Subliminal Self) کے حوالے سے لکھتے ہیں:

> "The term "Subliminal Self", was coined by F.W.H., Myers in the 1890 which soon became popular in "religious psychology" to designate what was believed to be the larger portion of the self lying beyond the level of consciousness yet constantly influencing thought and behaviour as in parapsychic phenomena. With William James, the concept of subliminal self came to stand for the area of human experience in which contact with the divine life may occur."
>
> تحت الشعوری ذات (Subliminal Self) کے حوالے سے ولیم جیمز کے تفصیلی خیالات جاننے کے لیے اُس کی کتاب The Varieties of Religious Experience کے سولہویں اور سترہویں خطبہ بعنوانِ تصوف (Mysticism) کو دیکھیں۔"(۷)

علامہ اقبال نے اپنے خطبہ میں مشہور آسٹرین ماہرِ نفسیات سگمنڈ فرائڈ کا ذکر کیا ہے اور الٰہی و شیطانی وارداتِ روحانی میں فرق سمجھنے کے سلسلہ میں ان کی علمی و فکری خدمات کو سراہا ہے۔ پروفیسر ڈاکٹر محمد آصف اعوان نے سگمنڈ فرائڈ اور اس کے افکار و نظریات کا مختصر و جامع تعارف کرانے کے بعد ان پر تنقیدی جائزہ پیش کیا ہے۔ اس ضمن میں انہوں نے علامہ اقبال کے انتقادات کی توضیح پیش کی ہے اور ان کے موقف کو وضاحت کے ساتھ پیش کیا ہے۔ (۸)

علامہ محمد اقبال نے انگریزی خطبہ کے صفحہ ۱۲ پر اصطلاح "بدلتی ہوئی واقعیتیں" (shifting actualities) استعمال کی ہے۔ فاضل محقق نے موضوع کی مناسبت سے علامہ محمد اقبال کے متعدد فارسی اشعار، ان کے تیسرے خطبے سے ایک جملے، ۲۶ دسمبر ۲۰۰۴ء کے سونامی طوفان، ۷/ اکتوبر ۲۰۰۵ء کو پاکستان میں بہت زیادہ تباہی پھیلانے والے زلزلے اور گلوبل وارمنگ کے مسئلہ کا حوالہ دے کر اچھی طرح سے اس اصطلاح کا مفہوم واضح کیا ہے۔ (۹)

علامہ محمد اقبال انگریزی خطبہ میں لکھتے ہیں:

> "Psychologically speaking, all states, whether their content is religious or non-religious, are organically determined. The scientific form of mind is as much organically determined as the religious."(10)

علمِ نفسیات کی رو سے بات کی جائے تو، تمام کیفیات خواہ ان کا نفسِ مضمون (content) مذہبی ہو یا غیر مذہبی، ان کی حیثیت کا تعین عضویاتی لحاظ سے کیا جاتا ہے۔ چنانچہ سائنسی قسم کے ذہن کی کارکردگی کا تعین عضویاتی لحاظ سے اسی طرح کیا جاتا ہے جس طرح ذہنی قسم کے ذہن کی کارکردگی کا تعین کیا جاتا ہے۔

فاضل محقق نے کسی بھی نوع کے فکری و عملی رویوں کے تشکیل پانے کے عضوی پہلو کی وضاحت کے لیے علم جینیات (Genetics) کی رو سے انسانی خلیے (cell) کی ساخت اور اس میں ڈی این اے (D.N.A) کے کردار پر سہل اور دلچسپ انداز سے سیر حاصل تبصرے کے بعد واضح کیا ہے کہ کسی فرد کے عمل اور ردعمل کی صورتیں D.N.A کے عملِ ہدایت سے ہی انجام پاتی ہیں۔ چونکہ ہر فرد کا D.N.A دوسرے فرد سے مختلف ہوتا ہے، یہی وجہ ہے کہ ہر فرد اپنے مزاج، رویوں، افتادِ طبع اور کردار و عمل میں دوسرے افراد سے مختلف ہوتا ہے۔(۱۱)

پروفیسر ڈاکٹر محمد آصف اعوان نے نفسِ مضمون کی تفہیم کے لیے عام فہم اور دلچسپ مثالیں بھی دی ہیں۔ مثلاً، علامہ اقبال لکھتے ہیں کہ کائنات کسی ایسے تخلیقی کھیل (Creative Sport) کے نتیجے کے طور پر وجود میں نہیں آئی کہ جس کی کوئی سنجیدہ غرض و غایت نہ ہو۔ "تخلیقی کھیل" کا مفہوم واضح کرنے کے لیے (حوالہ نمبر ۲۰۰ کے تحت) بطور مثال لکھتے ہیں:

> "تخلیقی کھیل (Creative Sport) کے مفہوم کو ہم سکریبل (Scrabble) کی مثال سے سمجھ سکتے ہیں۔ سکریبل (Scrabble) ایک ایسا ہی کھیل ہے جس میں الٹی سیدھی لکیریں کھینچی جاتی ہیں اور پھر اچانک اِن سے کوئی تصویر بن جاتی ہے یا کوئی لفظ تحریر ہوا نظر آتا ہے گویا جو کچھ ہوتا ہے وہ محض کھیل تماشے میں بغیر کسی مدعا یا مقصد کے ہوتا ہے۔"(۱۲)

زیرِ تبصرہ کتاب میں چند ایک مقامات پر نظرِ ثانی کی ضرورت محسوس ہے۔ مثلاً، اس میں انگریزی متن کا مفہوم تو دیا گیا ہے مگر ترجمہ نہیں دیا گیا۔ متن کے مفہوم کی توضیح کے لیے مغربی و مشرقی مفکرین کی کتب سے دیے گئے انگریزی اقتباسات اور اسی طرح زیادہ تر فارسی اشعار کا اردو ترجمہ بھی نہیں دیا گیا۔ تمام کتاب میں فکری ربط اور تسلسل موجود ہے اور فاضل محقق نے ہر ایک مقام پر متن کے سیاق وسباق کا خیال رکھتے ہوئے بات آگے بڑھائی ہے۔ کتاب میں تین مقامات (صفحات ۵۲ تا ۵۳، ۶۴ تا ۶۵ اور ۱۲۰ تا ۱۲۱) پر انہوں نے گزشتہ کے مطالعہ کا خلاصہ اور اہم نکات بھی دیے ہیں۔ تاہم، کتاب کے آخر پر بھی حاصل مطالعہ کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ قرآنی آیات اردو ترجمہ کے ساتھ دی گئی ہیں مگر اس ترجمہ کے ماخذ کی نشاندہی نہیں کی گئی۔ بعض مقامات پر چند ایک متنی اغلاط بھی موجود ہیں۔ اسی طرح دو چار مقامات پر دی گئی عبارات میں کچھ ابہام نظر آتا ہے اور مزید تحقیق و توضیح کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ مثلاً کتاب میں (صفحہ ۱۰۷ پر) امام غزالی کی کتاب "المنقذ من الضلال" کے اردو ترجمہ سے درج ذیل اقتباس دیا گیا ہے جس کا مفہوم واضح نہیں ہے۔

امام غزالی اپنی کتاب المنقذ من الضلال میں لکھتے ہیں:

"اگر کوئی شخص برہان و دلیل کی وساطت سے کسی نتیجہ تک پہنچتا ہے تو یہ علم ہے۔ اگر ان نتائج سے، روبرو و دوچار ہے تو یہ ذوق ہے اور اگر انہی نتائج و معارف کو سنتا اور تجربے سے دریافت کرتا ہے تو اسے ایمان کہتے ہیں۔"(۱۳)

مندرجہ بالا اقتباس کتاب " سرگزشتِ اقبال" از مولانا محمد حنیف ندوی، مطبوعہ علم و عرفان پبلشرز، لاہور کے صفحہ سولہ سے دیا گیا ہے اور اصلاح طلب ہے۔

کتاب کے آخر پر فاضل محقق، عقلی اور عملی آزمائشوں کا مفہوم واضح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اقبال مذہبی تجربے کی پرکھ کے لیے دو آزمائشوں کا ذکر کرتے ہیں:

۱۔ علمی یا عقلی آزمائش (Intellectual Test)

۲۔ عملی یا فعلیتی آزمائش (Pragmatic Test)

اقبال علمی آزمائش (Intellectual Test) کے متعلق لکھتے ہیں:

By the intellectual test I mean critical interpretation, without any presupposition of human experience, generally with a view to discover whether our interpretation leads us

ultimately to a reality of the same character as is revealed by religious experience.

اقبال علمی آزمائش (Intellectual Test) کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ علمی آزمائش (Intellectual Test) سے میری مراد یہ ہے کہ یہ آزمائش در اصل ایسی تنقیدی تشریح و توضیح کا نام ہے جو انسانی تجربات کو پہلے ہی سے جوں کا توں فرض کر لینے کی اجازت نہیں دیتی بلکہ یہ انہیں نقد و جرح کی سان پر چڑھاتی ہے اور اس نقد و جرح کا مقصد اس بات کا کھوج لگانا ہوتا ہے کہ آیا تنقیدی تشریح و توضیح کے اصول بھی ہماری بالآخر اُسی کرداری حقیقت کی جانب رہنمائی کرتے ہیں یا نہیں جس کا انکشاف مذہبی تجربے کی صورت میں براہِ راست ہوتا ہے۔

عملی یا فعلیتی آزمائش (Pragmatic Test) کے متعلق اقبال کہتے ہیں:

The Pragmatic Test judges it by its fruits .

اقبال کہتے ہیں کہ عملی آزمائش (Pragmatic Test) مذہبی تجربے کی پرکھ اس کے ثمرات (Fruits) سے کرتی ہے۔ گویا عملی آزمائش (Pragmatic Test) میں مذہبی تجربے کے ثمرات ہی اہم اور قابلِ قدر ہوتے ہیں۔ انہی ثمرات کی نوعیت سے اس بات کا تیقن کیا جاتا ہے کہ یہ نتائج و ثمرات کسی مذہبی تجربے کا حاصل ہو سکتے یا نہیں، جس طرح امرود کے درخت پر امرود اور آم کے درخت پر ہمیشہ آم ہی لگتے ہیں۔ اسی طرح مذہبی تجربے کے نتائج و ثمرات بھی اپنی کنہ اور نوعیت میں ہمیشہ مذہبی ہی ہوتے ہیں تاہم بغیر علمی آزمائش (Intellectual Test) کو استعمال کیے محض تجربہ کے نتائج و ثمرات سے تجربہ کی مذہبی نوعیت اور اس کے ثمرات کی حقیقت کو جانچ پرکھ لینا ہر ایک کے بس کی بات نہیں۔ یہ محض پیغمبرانہ فعل ہے۔ چنانچہ اقبال رقم طراز ہیں:

The former is applied by the philosopher, the latter by the prophet .

چونکہ اقبال نے پہلے علمی آزمائش (Intellectual Test) کا ذکر کیا ہے اور بعد میں عملی آزمائش (Pragmatic Test) کا ذکر کیا ہے لہٰذا اقبال کہتے ہیں کہ اول الذکر ٹیسٹ یعنی علمیٹیسٹ (Intellectual Test) کا اطلاق فلسفی کرتے ہیں اور موخر الذکر ٹیسٹ یعنی یعنی عملی ٹیسٹ (Pragmatic Test) کا اطلاق پیغمبر کرتے ہیں۔

چونکہ پیغمبروں کی آمد کا سلسلہ تو حضورِ اکرمؐ کی ذات کے ساتھ ہی اختتام پذیر ہو گیا اور اب حضورِ رسالت مآبؐ کے بعد کوئی پیغمبر دنیا میں نہیں آئے گا لہٰذا اب اگر مذہبی تجربے کی پرکھ کا کوئی طریقہ کارگر ہے تو وہ صرف علمی آزمائش (Intellectual) کا طریقہ ہی ہے چنانچہ اقبال پہلے خطبے کا اختتام اس جملے کے ساتھ کرتے ہیں:

In the lecture that follows, I will apply the intellectual test .

اقبال کہتے ہیں کہ وہ اپنے اگلے خطبے میں مذہبی تجربے پر علمی آزمائش(Intellectual Test) کا اطلاق کریں گے۔"(۱۴)

راقم الحروف کے نزدیک "Intellectual Test" کا ترجمہ "عقلی آزمائش" اور "Pragmatic Test" کا ترجمہ عملی آزمائش زیادہ موزوں ہے۔

اس کے علاوہ مندرجہ بالا توضیحات سے یہ مفہوم اخذ ہوتا ہے کہ مذہبی تجربات کی عملی آزمائش کرنا محض پیغمبرانہ فعل ہے۔ چونکہ سلسلۂ نبوت اختتام پذیر ہو گیا ہے اس لیے اب مذہبی تجربات کو کوئی بھی عملی آزمائش کی کسوٹی پر نہیں پرکھ سکتا۔ اب انہیں صرف عقلی آزمائش (Intellectual Test) پر ہی پرکھا جا سکتا ہے۔

راقم الحروف کی رائے کے مطابق علامہ اقبال کے خطبات کے دیباچے اور ان کے مندرجات سے واضح ہے کہ ان کے مخاطب تمام انسان، خصوصاً اہلِ مذہب اور ناقدینِ مذہب ہیں۔ نبوت کا سلسلہ یقیناً اختتام پذیر ہو گیا ہے مگر عام انسان کے لیے مذہبی تجربات کا دروازہ نہ بند ہوا ہے اور نہ ہی تا قیامت بند ہو گا کیونکہ یہ ہر کس و ناکس کے لیے ایک ذریعہ ہدایت ہے۔ ہمارے خواب، دل میں آنے میں والے خیالات، خصوصاً الہامات، روز مرہ زندگی میں پیش آنے والے معاملات و حادثات ہمارے لیے سبق آموز ہوتے ہیں اور مقصدِ حیات کی تفہیم و تکمیل کے منہاج کی نشاندہی کرتے ہیں۔ اس لیے جس طرح مذہبی تجربات کو عقل و علم کے میزان پر پرکھا جا سکتا ہے اسی طرح کچھ اصولوں کے تحت، ان کے نتائج اور اثرات کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے ان کی عملی آزمائش بھی کی جا سکتی ہے۔ مثلاً کسی کو سچے خواب آتے ہیں یا بذریعہ وجدان (الہام) اُسے معاملات زندگی کے بارے میں درست رہنمائی ملتی ہے اور روحانی طور پر جیسا دکھایا جاتا یا بتایا جاتا ہے، عملی طور پر ویسے ہی ہوتا ہے تو بلا شک ایسے مذہبی

تجربات کا عملی آزمائش کے مطابق درست ثابت ہونا تسلیم کیا جاسکتا ہے اور عقلی آزمائش سے ان کی مزید تصدیق کی جاسکتی ہے۔

فاضل محقق، علم کی تعریف بیان کرتے ہیں:

''علم دراصل ذہنِ انسانی کی اُس کاوش کا نام ہے جو وہ اپنی ذات اور اپنے ارد گرد پھیلے ہوئے ماحول یا بالفاظِ دیگر مادی کائنات کے بارے میں صحیح صحیح فہم پیدا کرنے کے لیے کرتا ہے۔''(۱۵)

قومی اردو لغت کے مطابق لفظ ''کاوش'' کا مفہوم درج ذیل ہے:

۱۔ ''کاوش ''کا مطلب تلاش، جستجو، (کسی کام کی) جدوجہد یا اہتمام میں زحمت و صعوبت کی برداشت، کرید اور کھوج ہے۔ مثلاً، '' یگانہ '' کے باطن کا سراغ لگانے کے لیے ہمیں کچھ زیادہ کاوش کی ضرورت نہیں۔''(۱۹۸۶ء، نیم رخ،۱۶)

۲۔ تلاش، جستجو اور محنت سے انجام دیا ہوا کام، خون پسینہ ایک کر کے کسی کام کا تکملہ۔

۳۔ ''کوئی شخص عمر بھر کی کاوش کو اتنی آسانی سے ہاتھ سے جانے نہیں دیتا۔'' (۱۹۸۸ء، نشیب ۲۶۸)

اس کے علاوہ یہ لفظ درج ذیل معانی بھی رکھتا ہے:

۴۔ خلش، کھٹک، چبھن

۵۔ کھدائی، کھودنا

۶۔ دشمنی، بیر، حسد

فاضل محقق نے علم کی تعریف میں لفظ ''کاوِش'' تلاش، جستجو، کرید اور کھوج کے معانی میں استعمال کیا ہے۔ راقم الحروف کے نزدیک انسان علم حاصل کرنے کے لیے، جاننے کے لیے کوشش کرتا ہے۔ اپنے حواس اور فہم سے کام لیتا ہے۔ اس کوشش کے نتیجہ میں اسے جو آگہی، ادراک یا فہم حاصل ہوتا ہے، اسے علم کہتے ہیں۔ علامہ اقبال نے بھی اپنے خطبہ میں علم کی یہی تعریف بیان کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

Knowledge is sense---perception elaborated by understanding."(16)

علم ایک ایسے حسی ادراک کا نام ہے جس کی توضیح عقل کرتی ہے۔

کتاب میں وارفتہ نفس یہودی کی روحانی کیفیات کا ذکر کرنے کے لیے "وجدانی کیفیت" اور "مجذوبانہ کیفیت" کی صوفیانہ اصطلاحات استعمال کی گئی ہیں۔ راقم الحروف کے خیال میں ایک غیر مسلم کے لیے اسلامی تصوف کی یہ اصطلاحات استعمال نہیں ہو سکتیں۔ یہ اصطلاحات ذاتِ باری تعالیٰ سے محبت کی مظہر مخصوص روحانی کیفیات کی نمائندگی کرتی ہیں ۔ مذکورہ متن میں اصطلاحات "وجدانی کیفیت" کے بجائے "سرمستی کی کیفیت" اور "مجذوبانہ کیفیات" کے بجائے "خود وارفتگی کی کیفیات" کا استعمال زیادہ مناسب ہو گا۔

کتاب میں ایک مقام پر پیغمبرانہ شعور اور صوفیانہ شعور میں فرق بیان کرتے ہوئے لکھا ہوا ہے:

"اقبال کے نزدیک اصل ضرورت پیغمبرانہ شعور اور صوفیانہ شعور کی نفسیات میں فرق کرنے کی ہے۔ پیغمبرانہ شعور، صوفیانہ شعور کے برعکس محض حالت مست کیفیت نہیں ہوتی بلکہ پیغمبرانہ شعور اپنی دانائی اور فراست کی بدولت اپنے ماحول اور ابنائے جنس کا ایسا گہرا تجزیاتی اور نفسیاتی مشاہدہ کرتا ہے جو اسے مختلف نفسی حقائق کی پردہ کشائی میں مدد دیتا ہے۔"(۱۷)

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ مرتبہ و مفہوم اور وسعت کے لحاظ سے "صوفیانہ شعور، پیغمبرانہ شعور" کے مترادف نہیں ہو سکتا مگر صوفیانہ شعور کو محض "حالت مست" بھی نہیں قرار دیا جاسکتا۔ صدیوں پر محیط صوفیانہ ادراک و شعور پر مبنی مستند کتبِ تصوف میں ایسے سیکڑوں روحانی مشاہدات و تجربات محفوظ ہیں جو اس امر کا بین ثبوت ہیں کہ صوفیانہ شعور محض حال و مستی کا حامل نہیں ہوتا اس میں پیغمبرانہ شعور کے تحت طے پانے والے احکامِ شریعت کے عین مطابق فرد اور معاشرہ کی فکری و عملی اصلاح کے لیے رہنمائی کے عناصر بھی پائے جاتے ہیں۔

زیرِ تبصرہ کتاب میں ایک مقام پر سورہ النجم کی آیات ۱ تا ۱۸ اور ان کا اردو ترجمہ دیا گیا ہے۔

''وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى o مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى o وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى o اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى o عَلَّمَهٗ شَدِيْدُ الْقُوٰى o ذُوْ مِرَّةٍ ط فَاسْتَوٰى o وَ هُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰى o ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى o فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى o فَاَوْحٰۤى اِلٰى عَبْدِهٖ مَاۤ اَوْحٰى o مَا

كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى o اَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰى مَا يَرٰى o وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى o عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى o عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَاْوٰى o اِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشٰى o مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى o لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰيٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى o ''

"(ستارے کی قسم! جب وہ غائب ہونے لگے۔ تمہارے رفیق (محمد ﷺ) نہ بہکے اور نہ وہ بھٹکے، اور وہ اپنی خواہش سے بات نہیں کرتے۔ وہ صرف وحی ہے جو بھیجی جاتی ہے۔ اُس کو سکھایا اُس سخت قوت والے، طاقتوں والے (فرشتہ) نے، پھر اُس نے قصد کیا (رسول کے سامنے آیا) اور وہ سب سے بلند کنارے پر تھا۔ پھر وہ نزدیک ہوا، پھر اور نزدیک ہوا تو وہ کمان کے دو کناروں کے (فاصلے کے) برابر رہ گیا یا اس سے بھی کم۔ تو اس نے وحی کی اپنے بندے کی طرف جو وحی کی۔ جو اُس نے (آنکھوں سے) دیکھا (اُس کے) دِل نے تصدیق کی۔ کیا جو اس نے دیکھا تم اِس سے اُس پر جھگڑتے ہو؟ اور تحقیق اُس نے اُسے دوسری مرتبہ سدرۃ المنتہیٰ کے نزدیک دیکھا ہے۔ اُس کے نزدیک جنت الماویٰ (آرام گاہ بہشت) ہے جب سدرہ پر چھا رہا تھا جو چھا رہا تھا۔ آنکھ نے نہ کجی کی اور نہ وہ حد سے بڑھی۔ تحقیق اس نے اپنے رب کی بڑی نشانیاں دیکھیں۔"

"By the star when it setteth,
Your compatriot erreth not, nor is he led astray.
Neither speaketh he from mere impulse.
The Qur'an is no other than the revelation revealed to him:
One strong in power taught it him,
Endowed with wisdom with even balance stood he
In the highest part of the horizon:
Then came he nearer and approached,
And was at the distance of two bows or even closer–
And he revealed to the servant of God what he revealed:
His heart falsified not what he saw:
What! will ye then dispute with him as to what he saw?
He had seen him also another time
Near the Sidrah tree which marks the boundary:
Near which is the garden of repose:

When the Sidrah tree was covered with what covered it:
His eye turned not aside, nor did it wander:
For he saw the greatest of the signs of the Lord"
(53:1-18),(18)

ان آیات کے ترجمہ اور تفسیر میں علمائے کرام مختلف آرا رکھتے ہیں۔ علمائے کرام کے ایک گروہ کی رائے ہے کہ ان آیاتِ مقدسہ میں نبی کریم ﷺ کی حضرت جبرائیل علیہ السلام سے ملاقات کا ذکر ہے۔ علمائے کرام کے دوسرے گروہ کی رائے ہے کہ ان آیاتِ مقدسہ میں نبی کریم ﷺ کو حاصل ہونے والے انتہائی قریبی مشاہدۂ حق کا ذکر کیا گیا ہے۔ انگریزی متن میں اور دیے گئے اردو ترجمہ میں لفظ فرشتہ قوسین میں دے کر پہلی رائے کا اظہار کیا گیا ہے۔

خطبے میں آیاتِ مقدسہ کے دیے گئے انگریزی ترجمہ اور اس کے اردو ترجمہ کا آپس میں اور عربی متن سے موازنہ کرنے سے درج ذیل امور واضح ہوتے ہیں:

آیات ۴ اور ۱۰ کا انگریزی ترجمہ عربی متن کے مطابق نہیں ہے۔ اردو ترجمہ بھی انگریزی متن کے مطابق نہیں ہے۔ عربی متن اور تراجم ملاحظہ فرمائیں۔

''اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰیo'' النجم[۵۳:۴]

وہ صرف وحی ہے جو بھیجی جاتی ہے۔

The Qur'an is no other than the revelation revealed to him:

انگریزی ترجمہ میں الفاظ The Quran کے بجائے لفظ It, This یا That آنا چاہیے۔

''عَلَّمَهٗ شَدِیْدُ الْقُوٰیo ذُوْ مِرَّةٍ ط فَاسْتَوٰیo وَهُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰیo''

النجم[53:5-7]

''اُس کو سکھایا اُس سخت قوت والے، طاقتوں والے (فرشتہ) نے، پھر اُس نے قصد کیا (رسول کے سامنے آیا) اور وہ سب سے بلند کنارے پر تھا۔''

"One strong in power taught it him,
Endowed with wisdom with even balance stood he
In the highest part of the horizon"

اردو ترجمہ مخلوط صورت میں دیا گیا ہے اور علامتِ وقف دے کر تینوں آیات کے ترجمہ کی نشاندہی نہیں کی گئی۔ اسی طرح آیات ۸،۹، ۱۳اور ۱۴ کا ترجمہ بھی اکٹھا دیا گیا ہے۔ آیت ۱۲ اور ۱۵ کے آخر پر بھی علامتِ وقف نہیں دی گئی۔ ''ذُوْ مِرَّةٍ'' کا مطلب ہے طاقتور، بڑا زور آور، حکمت والا(Owner of strength/wisdom)۔ انگریزی ترجمہ میں حکمت کا مفہوم دیا گیا ہے جبکہ اردو ترجمہ میں طاقت کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس لحاظ سے اردو ترجمہ انگریزی ترجمہ سے مختلف ہے۔

''فَاَوْحٰۤى اِلٰى عَبْدِهٖ مَاۤ اَوْحٰىؕ'' النجم[۵۳:۱۰]

''تو اس نے وحی کی اپنے بندے کی طرف جو وحی کی۔''

"And he revealed to the servant of God what he revealed"

اردو ترجمہ عربی متن کے مطابق اور درست ہے۔ ترجمہ کرتے وقت انگریزی متن سامنے نہیں رکھا گیا۔ انگریزی ترجمہ the servant of God کے بجائے His servant ہونا چاہیے۔

''مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰىؕ'' النجم[۵۳:۱۱]

''جو اُس نے (آنکھوں سے) دیکھا (اُس کے) دِل نے تصدیق کی۔''

"His heart falsified not what he saw"

مندرجہ بالا آیت کا انگریزی ترجمہ اصل متن کے مطابق اور درست ہے۔ اردو ترجمہ، انگریزی و عربی متن کے مطابق نہیں۔ اردو ترجمہ میں عربی متن کا مفہوم دیا گیا ہے۔ دیگر مترجمین نے اس کا ترجمہ یوں کیا ہے:

(اُن کے) دل نے اُس کے خلاف نہیں جانا جو (اُن کی) آنکھوں نے دیکھا۔
(طاہر القادری)

دل نے جھوٹ نہ کہا جو دیکھا۔ (احمد رضا خان)

نظر نے جو کچھ دیکھا، دل نے اُس میں جھوٹ نہ ملایا۔ (مولانا مودودی)

"The (Prophet's) (mind and) heart in no way falsified that which he saw" .

(Yusuf Ali)

"The heart lied not (in seeing) what it saw." (Pickthal)

"His heart lies not of what he saw;" (Arberry)(۱۹)

فاضل محقق کو چاہیے تھا کہ اصل انگریزی متن کے مطابق ترجمہ دیتے اور ساتھ ہی حواشی میں انگریزی ترجمہ کی خامی یا کمزوری کی نشاندہی کر دیتے۔ اس ضمن میں مفسرین کے اختلافات کا تذکرہ بھی ضروری تھا۔ اس امر کا بھی ذکر ہونا چاہیے تھا کہ انہوں نے اردو ترجمہ خود کیا ہے یا یہ کسی اور مترجم کا ہے۔

انگریزی خطبے میں سورہ النجم کی آیاتِ مقدسہ کا دیا گیا انگریزی ترجمہ JM Rodwell کا ہے۔ اس میں سے درج ذیل پانچ آیات کے ترجمے میں کچھ الفاظ تبدیل کر دیے گئے ہیں۔ یہ تبدیلیاں انگریزی خطبات کے آکسفورڈ ایڈیشن (۱۹۳۴) کے صفحات ۱۹ تا ۲۰ پر دیے گئے ترجمہ میں اور دیگر تمام ایڈیشنز میں اسی طرح موجود ہیں۔ انگریزی خطبات کے مدون محمد سعید شیخ، ان خطبات کے مترجمین اور فاضل شارح نے قرآنی آیات کے اصل مترجم اور اس ترجمہ میں کی گئی تبدیلیوں کی نشاندہی نہیں کی۔

Verse No.	JM Rodwell's Translation	Translation given in Lecture
04.	a	The
05.	terrible	Strong
06.	Endued	Endowed
10.	his servant	the servant of God
18.	his	The

کتاب میں انگریزی خطبہ کے دیے گئے درج ذیل اقتباس کے پہلے جملے کے ترجمے میں نظر ثانی اور آخری جملے کی توضیح کی ضرورت محسوس ہوتی ہے:

"If ever upon the stupid day-length time-span of any self or saint either, some vision breaks to roll his life and ours into new channels, it can only be because that vision admits into his soul some trooping invasion of the concrete fullness of eternity. Such vision doubtless means subconscious readiness and subconscious resonance too, - but the

expansion of the unused air-cells does not argue that we have ceased to breathe the outer air: - the very opposite!"

پروفیسر ہاکنگ کے الفاظ کا اردو ترجمہ اس طرح ہے:

"اگر کبھی کسی عام انسان یا ولی پر کسی نفسی زمانی نا سمجھ دن کے دوران، کوئی ایسی بصیرت منکشف ہو، جو اس کی یا ہماری زندگی کو نیا رُخ عطا کر دیتی ہے، تو اس کا ایک ہی سبب ہو سکتا ہے کہ وہ بصیرت اس کے نفس میں کسی مکمل دوامی ٹھوس پن کے ساتھ یلغار کرتی ہوئی داخل ہوئی ہے، یہ بصیرت بلا شبہ تحت الشعوری آمادگی (Readiness) اور گونج (Resonance) کا اظہار بھی کرتی ہے۔ لیکن غیر استعمال شدہ ہوائی خلیوں (Unused air-cells) کا پھیل جانا اس امر کا دعوے دار تو نہیں ہوتا کہ ہم نے باہر کی ہوا میں سانس لینا چھوڑ دیا ہے۔ بالکل معاملہ برعکس ہے۔"(۲۰)

راقم الحروف کے خیال میں پہلے جملے کا ترجمہ غور طلب ہے۔ اس میں لفظ "stupid" اپنے معروف معانی "احمقانہ"، "نا سمجھی پر مبنی" میں استعمال نہیں ہوا بلکہ یہاں اس سے مراد "ذہنی اضمحلال"، "بے خیالی کی کیفیت" اور "ذہنی غنودگی" ہے۔ انگریزی لغات میں اس لفظ کے دیے گئے مختلف معانی میں سے اس کا ایک مطلب یہ بھی ہے جو کہ راقم الحروف نے بیان کیا ہے۔ اس لیے پہلے جملے کا ترجمہ اس طرح سے ہونا چاہیے:

اگر کبھی کسی عام انسان یا ولی پر دن بھر میں اعصابی اضمحلال (غنودگی، مستی، بے خیالی) کے لمحات کے دوران، کوئی ایسی بصیرت منکشف ہو، جو اس کی یا ہماری زندگی کو نیا رُخ عطا کر دیتی ہے، تو اس کا ایک ہی سبب ہو سکتا ہے کہ وہ بصیرت اس کے نفس میں کسی مکمل دوامی ٹھوس پن کے ساتھ یلغار کرتی ہوئی داخل ہوئی ہے۔

مندرجہ بالا عبارت کے آخری جملے کا ترجمہ تو درست ہے مگر فاضل شارح اور محقق، جناب پروفیسر ڈاکٹر محمد آصف اعوان سمیت ان خطبات کے کسی بھی مترجم نے اس جملے کا مفہوم واضح نہیں کیا ہے۔(۲۱)

خطبہ میں علامہ اقبال نے مذہبی تجربہ کے پانچ خصائص اور ولیم جیمز نے اپنی کتاب "نفسیاتِ وارداتِ رُوحانی" (The Varieties of Religious Experience) میں مذہبی تجربے کے چار خصائص بیان کیے ہیں۔ علامہ اقبال اور ولیم جیمز کے بیان کردہ چار خصائص قریباً ایک جیسے ہیں۔ علامہ

اقبال کی بیان کردہ ایک خصوصیت کا ولیم جیمز کے ہاں ذکر نہیں ملتا۔ کتاب میں مذہبی تجربات کے خصائص کے لحاظ سے دونوں مفکرین کی آرا کا تقابل و موازنہ پیش کرنا بھی ضروری تھا جس سے خطبہ کی تفہیم میں مزید مدد ملتی۔(۲۲)

کتاب کی کمپوزنگ اور پروف ریڈنگ میں کوتاہی کی وجہ سے اس میں کچھ اغلاط رہ گئی ہیں۔ اس میں دو مقامات (صفحہ ۹ اور ۸۵) پر آیاتِ مقدسہ کے دیے گئے ترجمہ میں اغلاط کی وجہ سے مفہوم بالکل بدل گیا ہے۔ حکومتِ پاکستان لاکھوں روپے ماہانہ کے حساب سے اقبال اکیڈمی کے اخراجات برداشت کر رہی ہے۔ اخراجات اور کارکردگی کا موازنہ کیا جائے تو حیران کن اعداد و شمار سامنے آئیں گے۔ بندۂ عاجز کی اربابِ حل و عقد سے، تمام سرکاری و غیر سرکاری عہدیداران، ملازمت پیشہ خواتین و حضرات اور کاروباری طبقہ سے درخواست ہے کہ قومی خزانے اور دیگر ذرائع سے آمدن وصول کرتے وقت، ہر ماہ تنخواہ وصول کرتے وقت صرف اپنے آپ سے ایک سوال پوچھ کر تسلی کر لیا کریں کہ کیا ہم نے اپنے فرائضِ منصبی کماحقہٗ ادا کیے ہیں اور ہم اپنے گھروں میں رزقِ حلال لے کر جا رہے ہیں۔

اکیڈمی اور دیگر علمی و ادبی سرکاری اداروں کی مطبوعات اور ان کی مقرر اشاعتوں کے بغور مطالعہ سے واضح ہوتا ہے کہ مزید اصلاح کی بہت گنجائش ہے۔ زیرِ مطالعہ کتاب میں راقم الحروف کو جو اغلاط نظر آئی ہیں ان کی فہرست پیشِ خدمت ہے۔

صفحہ	سطر	کتاب میں دیا گیا متن	درست متن
۷	۱۲	sces	sees
۸	۱۸	char-acter	character
۹	۱۰	بہتر	بدتر

اس لفظی تبدیلی کی وجہ سے آیتِ مقدسہ کا مفہوم برعکس ہو گیا ہے۔

۹	۱۴	اگر پڑے	گر پڑتے (آیت مقدسہ کا ترجمہ)
۱۲	۱۲	synthesics	synthesis
۳۵	۱۶	جس کا باعث	جس کے باعث
۵۳	۶	انسائی	انسانی
۶۱	۲۰	طرف	طرح

۷۰	۲۰	sings	signs
۸۱	۸	کری یعنی	کرے یعنی
۸۵	۱۳	امانت رہنے کی جگہ	امانت رکھے جانے کی جگہ (آیت مقدسہ کا ترجمہ)
۹۶	۱۰	الہ ٔبصیرت	آلہ ٔبصیرت
۱۲۲	۱۰	صوفیانہ تجربہ کی چوتھی خصوصیت اس کا ناقابلِ انتقال ہونا ہے۔	صوفیانہ تجربہ کی چوتھی خصوصیت اس کا براہِ راست ہونا اور فوری پن ہے۔
۱۳۹	۱۵	صوفیت	تصوف (’تصوف‘ مخالف حضرات نے بطور تحریف ”صوفیت“ کی اصطلاح وضع کی ہے۔
۱۴۷	۱۵	اماج گاہ	آماجگاہ
۱۵۶	۹	سوائے ایک رائے	سوائے ایک رائے
۱۹۲	۹	۴۷۳	۴۷۰
۲۰۰	۲	بیت	بیعت

حاصل کلام یہ ہے کہ شارحِ خطباتِ اقبال، پروفیسر ڈاکٹر محمد آصف اعوان کی تالیف ”اقبال کا پہلا خطبہ: علم اور مذہبی تجربہ (تحقیقی و توضیحی مطالعہ)“ اپنی طرز کی ایک منفرد، بے مثل، علمی و ادبی تخلیق ہے۔ بحیثیت مجموعی اول تا آخر فکرِ اقبال کی توضیح نہایت اچھے، مدلل، آسان اور عام فہم انداز سے کی گئی ہے اور اس میں فلسفہ، سائنس، تصوف اور منطق کے حوالے سے مذکورہ مباحث سلیس‘ عام فہم اور شگفتہ زبان میں بیان کیے گئے ہیں اور کہیں بھی ربط ٹوٹنے نہیں پایا۔ فاضل شارح نے نہایت موزوں، دلچسپ اور خوبصورت الفاظ کے استعمال سے مذہبی و سائنسی حقائق پر مبنی اس تحریر میں افسانوی دلچسپی اور شاعرانہ ترنم پیدا کر دیا ہے جس سے اس کی خوبصورتی اور اثر انگیزی میں گوناں گوں اضافہ ہو گیا ہے۔

اقبالیات (Iqbaliat) کے مضمون میں دسترس حاصل کرنے اور فکرِ اقبال کی اچھی طرح سے تفہیم کے لیے اردو، فارسی، عربی و انگریزی زبانوں کے علاوہ مختلف مضامین جیسا کہ اسلامیات (Islamiat)، فلسفہ (Philosophy)، نفسیات (Psychology)، مابعد النفسیات (Parapsychology)،

مابعد الطبیعات (Metaphysics)، تاریخ (History)، سیاسیات (Politics)، عمرانیات (Sociology)، علم التعلیم (Education)، علمِ تصوف (Islamic Spiritual Science)، وغیرہ میں کافی زیادہ مہارت کی ضرورت ہے۔ پروفیسر ڈاکٹر محمد آصف اعوان کی زیرِ مطالعہ تصنیف و تالیف اور دیگر ادبی تخلیقات ''اقبالیات'' میں اس حوالے سے متعلقہ علوم میں ان کے خصوصی شغف اور مہارت کا بین ثبوت ہیں۔ ان کی کتب میں متذکرہ بالا تمام علوم کے حوالے سے بہت کچھ پڑھنے اور سمجھنے کے لیے موجود ہے۔ انہی گراں قدر علمی و ادبی خدمات کے پیشِ نظر نامور اقبال شناس حضرات نے بجا طور پر انہیں خراجِ تحسین پیش کیا ہے۔ اس ضمن میں جسٹس (ر) ڈاکٹر جاوید اقبال لکھتے ہیں:

> ''کتاب ''اقبال کا پہلا خطبہ: تحقیقی و توضیحی مطالعہ'' میں ڈاکٹر آصف اعوان نے۔۔۔ اقبال کی ہر تحقیق کو توضیح سے موثر بنا دیا ہے اور ہر توضیح کو تحقیق سے مؤقر کیا ہے۔ یہ کام اتنا آسان نہیں ہے کیونکہ پیش روی سے رجوع مشکل ہوتا ہے۔۔۔ ڈاکٹر اعوان نے اقبال کے دقیق اظہار کو لطیف ابلاغ میں، فلسفیانہ خشکی اور روکھے پن کو قبولیت و دل پذیری میں اور خالص روحانیت کو خاطر نشین معقولیت میں سمو سمو کر ادا کیا ہے۔ عقیدت کے باوجود مصنف نے جوش پر ہوش کو غالب رکھا ہے اور نہایت حزم و احتیاط سے غیر جانبدار بن کر اقبال کے اس خطبہ کو بڑے لطیف پیرایہ میں مطالب کو الجھانے کے بجائے سلجھانے، چھپانے کے بجائے بتانے اور خود اقبال پر چھا جانے کے بجائے اسی کو مزید اجاگر کرنے کی کوشش کی ہے۔ میرے خیال میں اس کتاب کے مطالعہ سے اقبال کے قارئین پر کئی بستہ در وا ہوں گے اور ان میں سے اکثر کا رخ قاری کے اندر کی طرف ہو گا۔ ڈاکٹر محمد آصف اعوان کے لیے میری دعا ہے کہ وہ ''خستہ نشوید''۔''

ڈاکٹر خواجہ اکرام (نئی دہلی، بھارت) لکھتے ہیں:

> ''فکرِ اقبال کی تفہیم میں خطباتِ اقبال کو اہم ترین مقام حاصل ہے۔ تاہم، خطبات کا معاملہ یہ ہے کہ خطبات اتنے ادق فلسفیانہ مباحث پر مبنی ہیں کہ فکرِ اقبال کی اچھی خاصی سمجھ رکھنے والے احباب کے لیے بھی ان تک رسائی وصلِ محبوب کا استعارہ بن جاتا ہے۔۔۔ آج تک اگرچہ سخنِ اقبال کی گتھیاں سلجھانے میں بہت عرق ریزی سے کام لیا گیا ہے تاہم خطبات کو سہل بنانے اور انہیں ایک عام آدمی کے لیے قابلِ فہم بنانے کی طرف بہت کم توجہ دی گئی ہے۔ ڈاکٹر محمد آصف اعوان کا یہ بہت بڑا علمی معرکہ ہے کہ

انہوں نے خطباتِ اقبال کی تفہیم کی طرف توجہ کی ہے۔۔۔ڈاکٹر اعوان نے اس کتاب میں اقبال کے پہلے خطبے کے معانی و مفاہیم کی تشریح و توضیح کے کام کو جس حسن و خوبی سے نبھایا ہے وہ ان کی بصیرت اور علمی ریاضت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔"

ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی لکھتے ہیں:

"ڈاکٹر محمد آصف صاحب کا اندازِ تشریح سادہ، براہِ راست اور عام فہم ہے اور وہ اقبال کے مفاہیم کو قاری تک پہنچانے میں بڑی حد تک کامیاب رہے ہیں۔ ایک ادق اور فلسفیانہ خطبے کی تفہیم کے ضمن میں یہ بات بہت اہمیت رکھتی ہے۔"

ڈاکٹر وحید عشرت لکھتے ہیں:

" اقبال کے خطبات کا فکری اور علمی طور پر ان کی شاعری سے گہرا عضویاتی تعلق ہے۔۔۔پروفیسر ڈاکٹر محمد آصف اعوان نے اقبال کی اردو اور فارسی شاعری سے آگے بڑھ کر خطبات کی بھی تفہیم حاصل کی اور ہر خطبے کا مفصل اختصاصی مطالعہ کر کے 'طرح نو انداختم' کا جگر سوز اور بصیرت افروز اقدام بھی کیا ہے۔"[۲۳]

کتاب "علامہ اقبال کا پہلا خطبہ: تحقیقی و توضیحی مطالعہ" کی قومی و بین الاقوامی اہمیت کے پیشِ نظر اسے نظر ثانی اور تدوینِ نو کے بعد مکرر شائع کیا جانا چاہیے۔ اس ضمن میں راقم الحروف کے مطابق درج ذیل امور کا خیال رکھا جانا چاہیے:

۱۔ کتاب میں انگریزی متن کے ساتھ اردو ترجمہ دیا جائے۔

۲۔ انگریزی متن کے ساتھ صفحہ نمبر بھی دیا جائے تا کہ ہر کوئی بوقت ضرورت اصل متن تک بآسانی رسائی حاصل کر سکے۔

۳۔ کتاب میں دیگر محققین و مفکرین کی کتب سے دیے گئے انگریزی اقتباسات کا ترجمہ دیا جائے۔

۴۔ فارسی اشعار کا ترجمہ دیا جائے۔

۵۔ قرآنی آیات کے ترجمہ پر نظر ثانی کی جائے اور ان کے مترجم کا نام بھی دیا جائے۔

۶۔ کتاب کے آخر پر بطور حاصل کلام خطبے کا خلاصہ اور اہم نکات دیے جائیں۔

۷۔ علامہ اقبال نے اپنے اس خطبہ میں فلسفہ اور سائنس کے حوالے سے بعض مغربی سائنسدانوں اور مفکرین کے افکار کا حوالہ دیا ہے۔ اس ضمن میں علامہ اقبال کی وفات کے بعد کے عرصے میں متعلقہ امور میں فلسفہ اور سائنس کے شعبہ میں جو پیش رفت ہوئی ہے اسے بھی اس تحقیقی و توضیحی مطالعہ میں شامل کیا جائے۔

۸۔ خطبے میں زیرِ بحث موضوعات کے مطابق اس کے متعلقہ حصوں میں عنوانات اور ذیلی عنوانات دے کر اس کے موضوعات کی نشاندہی کی جائے تا کہ تفہیمِ متن میں مزید آسانی ہو جائے۔

حوالہ جات و حواشی

۱۔ محمد آصف اعوان، پروفیسر ڈاکٹر، اقبال کا پہلا خطبہ: علم اور مذہبی تجربہ__ تحقیقی و توضیحی مطالعہ (لاہور: اقبال اکیڈمی، بار اول، ۲۰۰۸ء)، ص ۴

۲۔ ایضاً، ص ۴ تا ۶

۳۔ ایضاً، ص ۶

۴۔ ایضاً، ص ۵۲ تا ۵۳

۵۔ ایضاً، ص ۱۰۷

۶۔ ایضاً، ص ۱۰۵ تا ۱۰۸، ۱۸۳ تا ۱۸۷

۷۔ ایضاً، ص ۱۸۶

۸۔ ایضاً، ص ۱۴۰ تا ۱۵۲، ۱۹۱ تا ۱۹۴

۹۔ ایضاً، ص ۸۸ تا ۸۹

10. Muhammad Iqbal, Allama, The Reconstruction of Reiligious Thought in Islam (Lahore:Iqbal Academy, 3rd Edition, 2015), Page 18

۱۱۔ ایضاً، ص ۱۳۴ تا ۱۳۵

۱۲۔ ایضاً، ص ۱۷۴

۱۳۔ ایضاً، ص ۱۵۷

۱۴۔ ایضاً، ص ۱۵۷ تا ۱۵۸؛ متن میں لفظ 'ٹیسٹ' کے بجائے 'ٹسٹ' لکھا ہوا ہے۔ اسے درست املا سے تحریر کر دیا ہے۔

۱۵۔ ایضاً، ص ۱

16. Muhammad Iqbal, Allama, The Reconstruction of Reiligious Thought in Islam, Page:10

☆ Urdulughat.info/words/6982-کاوش

۱۷۔ محمد آصف اعوان، پروفیسر ڈاکٹر، اقبال کا پہلا خطبہ: علم اور مذہبی تجربہ... ، ص ۱۰۶

۱۸۔ ایضاً، ص ۱۲۴

Muhammad Iqbal, Allama, The Reconstruction of Reiligious Thought in Islam, Page: 16-17

19. For English and Urdu Translations of the Holy Quran, visit: http://www.openburhan.net/

۲۰۔ محمد آصف اعوان، پروفیسر ڈاکٹر، اقبال کا پہلا خطبہ: علم اور مذہبی تجربہ... ، ص ۱۵۳ تا ۱۵۴

۲۱۔ متن میں بطور مثال بیان کیا گیا ہے کہ اگر پھیپھڑوں کی کسی بیماری کی وجہ سے ان کے کچھ خلیات (cells) کام کرنا چھوڑ دیں یا درست کام نہ کر پائیں لیکن مریض کا عملِ تنفس مکمل طور پر بحال رہے تو ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ اس کا نظامِ تنفس کام نہیں کر رہا۔ اسی طرح ذہن میں تحت الشعور سے خیالات کی آمد و رفت کو تسلیم بھی کر لیا جائے تو خارجی ذرائع سے الہام ہونے کی نفی نہیں کی جا سکتی۔

۲۲۔ ولیم جیمز، نفسیاتِ وارداتِ روحانی، مترجم: ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم (لاہور: مجلس ترقی ادب، بار دوم، دسمبر ۲۰۰۹ء)، ص ۳۸۲ تا ۳۸۳

http://ebooks.adelaide.edu.au/j/james/william/varieties/complete.html, Lectures XVI and XVII, Pages 287-288

William James, Varieties of Religious Experience (London: Longman, Green, and Co., 1905), Page # 380-381

The characteristics of religious experience described by William James are as follows:

1.Ineffability:

The handiest of the marks by which I classify a state of mind as mystical is negative. The subject of it immediately says that it defies expression, that no adequate report of its contents can be given in words. It follows from this that its quality must be directly experienced; it cannot be imparted or transferred to others. In this peculiarity mystical states are more like states of feeling than like states of intellect. No one can make clear to another who has never had a certain feeling, in what the quality or worth of it consists. One must have musical ears to know the value of a symphony; one must have been in love one's self to understand a lover's state of mind. Lacking the heart or ear, we cannot interpret the musician or the lover justly, and are even likely to consider him weak-minded

or absurd. The mystic finds that most of us accord to his experiences an equally incompetent treatment.

2.Noetic quality:

Although so similar to states of feeling, mystical states seem to those who experience them to be also states of knowledge. They are states of insight into depths of truth unplumbed by the discursive intellect. They are illuminations, revelations, full of significance and importance, all inarticulate though they remain; and as a rule, they carry with them a curious sense of authority for after-time.

These two characters will entitle any state to be called mystical, in the sense in which I use the word. Two other qualities are less sharply marked but are usually found. These are— :

3.Transiency:

Mystical states cannot be sustained for long. Except in rare instances, half an hour, or at most an hour or two, seems to be the limit beyond which they fade into the light of common day. Often, when faded, their quality can but imperfectly be reproduced in memory; but when they recur it is recognized; and from one recurrence to another it is susceptible of continuous development in what is felt as inner richness and importance.

4.Passivity.

Although the oncoming of mystical states may be facilitated by preliminary voluntary operations, as by fixing the attention, or going through certain bodily performances, or in other ways which manuals of mysticism prescribe; yet when the characteristic sort of consciousness once has set in, the mystic feels as if his own will were in abeyance, and indeed sometimes as if he were grasped and held by a superior power. This latter peculiarity connects mystical states with certain definite phenomena of secondary or alternative personality, such as prophetic speech, automatic writing, or the mediumistic trance. When these latter conditions are well pronounced, however, there may be no recollection whatever of the

phenomenon, and it may have no significance for the subject's usual inner life, to which, as it were, it makes a mere interruption. Mystical states, strictly so-called, are never merely interruptive. Some memory of their content always remains, and a profound sense of their importance. They modify the inner life of the subject between the times of their recurrence. Sharp divisions in this region are, however, difficult to make, and we find all sorts of gradations and mixtures .

These four characteristics are sufficient to mark out a group of states of consciousness peculiar enough to deserve a special name and to call for careful study.

۲۳۔ محمد آصف اعوان، پروفیسر ڈاکٹر، اقبال کا پہلا خطبہ: علم اور مذہبی تجربہ۔۔۔ الف تاج، بیک ٹائٹل